پروفیسر محمد صدیق

مولوی حاکم علی

(دوسری قسط)

۱۹۰۷ میں مولوی حاکم علی پنجاب یونیورسٹی سینٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ اسی زمانے میں وہ پنجاب یونیورسٹی فیکلٹی آف آرٹس، بورڈ آف سٹڈیز اور سنڈیکیٹ کے بھی رکن منتخب ہوئے۔ فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین ان کے استاد پروفیسر یوینگ تھے۔ ان ممتاز عہدوں کے دور میں ان کو وائسرائے، میاں محمد شاہ دین، لالہ جیا رام اور پروفیسر یوینگ جیسی فاضل اور با اثر شخصیتوں کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ مولوی حاکم علی ممبر ٹیکسٹ بک کمیٹی اور رکن ایجوکیشن کانفرنس پنجاب بھی تھے۔[1] جامعہ عثمانیہ شعبۂ تالیف و ترجمہ کے رکن بھی تھے۔ بہترین مترجم تھے، رواں، سادہ اور سلیس ترجمہ کرتے تھے۔ سائنسی مضامین کو اردو کے قالب میں ڈھالنا بہت مشکل کام ہے، مگر مولوی صاحب نے کیمسٹری کی کتاب کا ترجمہ رواں، دواں اور عام فہم زبان میں کیا ہے۔

مولوی حاکم علی صوفی منش تھے۔ حضرت خواجہ سید خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشانؒ[2] سے گہری عقیدت تھی۔ تصوف سے بہت لگاؤ تھا۔ دنیا داری اور ظاہر پرستی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کالج سے فارغ ہو کر سارا وقت تبلیغ دین اور صوفیا کی مجالس میں گزارتے۔ لاہور میں مختلف اوقات میں بھاٹی دروازہ اور موتی بازار میں رہائش پذیر رہے۔ مگر حضرت ایشاںؒ کے مزار پر متواتر اور عقیدت سے حاضری دیتے۔ تقریباً ۱۹۱۷ء میں حضرت ایشاں کے دربار سے ملحقہ ایک حجرے میں جا رہے، مگر اپنی ڈاک موتی بازار لاہور کے پتے پر منگواتے

---

[1] پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر ۱۹۰۶-۷ء، ص ۳۱۰ اور ۳۱۳

[2] اسم گرامی سید خاوند محمود، حضرت ایشاں یا حضرت اعلیٰ شان لقب، والد کا نام خواجہ میر سید شریف الدین بن خواجہ ضیاء الدین۔ ۔۔۔ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت محمد اسحاق سعیدوکی کے مرید ہوئے اور تکمیل سلوک کی۔ برصغیر میں رشد و ہدایت کو پھیلایا۔ طویل عمر پائی اور مغلیہ خاندان کے تین بادشاہوں اکبر، جہانگیر اور شاہ جہان کا عہد دیکھا۔ ۴ نومبر ۱۶۴۲ء (۱۲ شعبان ۱۰۵۲ھ) کو لاہور میں وفات پائی۔ اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں دفن ہوئے۔ مدفن بیگم پورہ میں ہے۔

تھے۔ یہ حجرہ آج بھی خستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہے۔ وہیں سے ایک ٹٹو پر سوار ہو کر اسلامیہ کالج آیا کرتے تھے [۵۳] اس دور میں گھوڑے پر سوار ہو کر کالج آنا فیشن میں داخل تھا اور پروفیسر صاحبان بھی اسی طرح کالج آیا کرتے تھے۔ عملاً اس درگاہ کے سجادہ نشین تھے [۵۴]۔ اسی حجرے سے ان کا جنازہ اٹھا۔ مزار حضرت ایشاںؒ کی درگاہ میں ہے۔

مولوی حاکم علی حضرت سید میر جان کابلیؒ [۵۵] کے مرید تھے۔ اسی رعایت سے وہ اپنے آپ کو نقشبندی اور مجددی لکھتے تھے۔ مولوی صاحب نے حضرت سید میر جانؒ کے ساتھ مل کر حضرت ایشاں کے گنبد اور مسجد کی نہایت عمدہ اور خاطر خواہ مرمت کروائی۔ مولوی صاحب اور ان کے بہت سے مریدوں نے اس کار خیر میں حصہ

---

۵۳ مجلہ کریسنٹ ۱۹۳۰ء، ص ۴۵۰

۵۴ تذکرہ حضرت ایشاںؒ مولفہ میاں خلاق احمد ایم۔ اے ص ۴۷ - نامی متولی اپنی کتاب تاریخ جلیلہ (ص ۱۶۹) میں لکھتے ہیں کہ "مولوی حاکم علی صاحب ایم۔ اے (آپ بی۔ اے تھے مؤلف تاریخ کو اشتباہ ہوا ہے) مرحوم سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور جو سکھ سے مسلمان ہوئے تھے، حضرت ایشاں کی خانقاہ میں مقیم تھے۔ میں "بیٹے کا حصہ" لے کر تقریظ لکھوانے کے لیے وہیں ان سے ملا تھا۔ مولوی صاحب نے ان کے مذکورہ کتابچے پر سات سطری تقریظ تحریر کی تھی۔ (بیٹے کا حصہ مطبوعہ ۱۹۱۷، ص ۲۲)

۵۵ حضرت سید میر جان کابلیؒ۔ اسم گرامی سید میر جان، لقب بڑے شاہ صاحب، والد کا نام سید میر حسن بن عبید اللہ، وطن کابل، ان کا سلسلۂ نسب ماں کی طرف سے گیارھویں پشت میں حضرت ایشاں نقشبندی تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کابل میں پائی۔ قرآن اور حدیث و فقہ کے عالم تھے۔ تمام احوال و مقامات کو شرعی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لاہور تشریف لانے سے پہلے بہت سے ممالکِ اسلامیہ کی سیاحت کی۔ مادری زبان فارسی تھی مگر اردو اور پنجابی میں ماہر تھے۔ اشاعتِ دین کی گراں بہا خدمات انجام دیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔ وہ طرقِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت سید احمد یار بخاری نقشبندی مجددی اوچی ثم امرتسری متوفی ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر مقاماتِ سلوک کی تکمیل کی۔ حضرت ایشاں سے والہانہ عقیدت تھی حضرتِ ایشاں کے دربار کی مسجد کے شمالی حجرہ یا محراب میں تیس سال تک طالبانِ علم و ہدایت کے اجتماعِ کثیر کو قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور عقاید کا درس دیتے رہے۔ ۱۳ نومبر ۱۹۰۱ء کو واصل بحق ہوئے۔ مزار حضرت ایشاں کے مشرقی پہلو میں ہے۔ ساتھ ہی آپ کے برادرِ خورد حضرت سید محمود آغاؒ متوفی اکتوبر ۱۸۸۲ء (۱۱ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ) کا مزار ہے۔ (تذکرہ حضرت ایشاں مؤلفہ میاں اخلاق احمد اور مصباح الحقیقۃ از محمد باقر نقشبندی مجددی ڈیریالوی ۱۹۰۵ء)

لیا۔ مولوی حاکم علی نے اپنی تنخواہ اس کام کے لیے وقف کر دی تھی۔

مولوی صاحب بہت صحت مند اور قدآور شخصیت کے مالک تھے۔ متوازن جسم، سیاہ بال شانوں پر لٹکے رہتے لمبی داڑھی، بال بالکل نہیں کٹواتے تھے۔ زمانہ قدیم میں حضرت ایشاںؒ کے مزار کے ارد گرد کھیت تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ایشاں کے عرس کی تقریب ہو رہی تھی کہ کھیتوں سے چوروں کے ایک گروہ نے اس تقریب کے موقعے پر حملہ کر دیا۔ حاضرین سہم گئے۔ چور پلاؤ وغیرہ کی دیگیں اٹھا کر چل دیے۔ کسی کو ان کے تعاقب کا حوصلہ نہ ہوا۔ مولوی صاحب نے بلند آواز میں کہا کہ پلاؤ ہمارا ہے مگر دیگیں کرائے کی ہیں۔ ان کو واپس کر دو۔ چور بھی "صاحبِ دل" نکلے، پلاؤ اپنی چادروں میں ڈال کر دیگیں وہیں چھوڑ دیں[۵۶]

خودداری، آزادی اور استغنا درویشوں کی خوبیاں ہیں۔ مولوی صاحب میں بھی یہ اوصاف موجود تھے۔ ایک مرتبہ کالج انتظامیہ سے اختلاف کی بنا پر کالج سے الگ ہو گئے حالاں کہ اس وقت پرنسپل کے عہدے پر فائز تھے۔ قناعت، توکل اور تسلیم و رضا کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ ریاضی دان اور سائنس دان ہونے کے باوجود اسلامی روایات کا پابندی سے احترام کرتے تھے۔ ڈھیلے ڈھالے پاجامے یا شلوار کے ساتھ ایک لمبا سفید چغہ زیب تن کرتے۔ کبھی کبھی دو جیبوں والا کوٹ یا تہبند بھی پہنتے۔ لباس میں مذہب کا اہتمام کرتے۔

میاں اخلاق احمد بیان کرتے ہیں کہ آپ نے شادی کی تھی اور ایک بچی کے باپ بھی تھے، مگر بوجوہ بیوی سے اختلاف پیدا ہوا حتیٰ کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور تنہا ہی رہے۔ ایک بچی تھی۔ والد کی موت کے بعد ایک مرتبہ یہ بچی (سکینہ[۵۷]) قبر پر فاتحہ کے لیے دیکھی گئی۔ اس کے بعد اس کو کبھی نہیں دیکھا گیا[۵۸] انھیں بچوں سے بے حد پیار تھا۔ اس کی نفسیاتی وجہ یہ تھی کہ وہ خود اپنے بچوں سے دور رہے۔ بہت مہمان نواز تھے۔

عبدالقادر[۵۹] نے حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے ذکر کیا کہ مولوی حاکم علی کے والدین گورداسپور سے لاہور آ بسے تھے۔

---

۵۶ ازافادات میاں اخلاق احمد ایم۔ اے، شاد باغ لاہور

۵۷،۵۸ والدہ محترمہ میاں مقبول احمد ساکن درگاہ حضرت ایشاںؒ

۵۹ بالو عبدالقادر ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء کو نعمت خاں کے ہاں موضع دہانہ، تحصیل گڑھ شنکر، ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ راجپوت ...انے سے تعلق رکھتے تھے جو گاؤں میں صوبے دار کا خاندان کہلاتا تھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں سے حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں ایس۔ بی آومی چند ...ی سکول باج دارا (پھگواڑا) سے میٹرک کا امتحان درجہ دوم میں پاس کیا۔ لاہور میں آ کر اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا مگر ایف۔ اے کا

ان کے والد معروف اور متمول ٹمبر مرچنٹ تھے ۔ ان کی چالیس پچاس مربع اراضی تھی ۔ مولوی حاکم علی عاشق رسول تھے ۔ ان کو مال و دولت اور دنیاوی آسائش و آرام متاثر نہ کر سکے ۔ عبدالقادر مرحوم کا بیان ہے کہ کالج کے زمانۂ طالب علمی میں وہ مولوی صاحب اور ان کی والدہ صاحبہ کے مابین پیغام رسانی کے فرائض بھی انجام دیتے رہتے تھے ۔ مولوی صاحب کو اپنی والدہ سے بے پناہ محبت تھی ۔ وہ کبھی کبھی ان سے ملنے بھی جایا کرتے تھے ۔[۱۰]

معروف شاعر اور ماہر ریاضی خواجہ دل محمد (فروری ۱۸۸۳ — اگست ۱۹۵۳) مولوی حاکم علی کے نامور شاگردوں میں سے تھے ۔ انھوں نے اسلامیہ کالج سے بی ۔ اے کیا اور گورنمنٹ کالج سے ایم ۔ اے ریاضی کرنے کے بعد اسلامیہ کالج میں استاد مقرر ہوئے اور پرنسپل کے عہدے تک پہنچے ۔ خواجہ دل محمد نے مولوی حاکم علی کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے ۔

"میں سکول کے زمانۂ طالب علمی میں ہیڈ ماسٹر عبدالواحد صاحب اور کالج میں مولوی حاکم علی صاحب، ایم ۔ اے فنی صاحب اور مولوی اصغر علی روحی صاحب اور سر شیخ عبدالقادر سے بالخصوص متاثر ہوا ۔"[۱۱]

۱۹۱۲ء میں اسلامیہ کالج میں ایف ۔ اے ، ایف ۔ ایس سی اور بی ۔ اے ، بی ۔ ایس سی کی جماعتوں میں ریاضی کے طلبا کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا تو مولوی صاحب نے فزکس اور کیمسٹری کی جماعتیں لینا چھوڑ دیں اور خواجہ دل محمد کے ساتھ ریاضی کی جماعتوں کو پڑھانا شروع کر دیا[۱۲] تاکہ خواجہ صاحب کا بوجھ کم ہو جائے ۔

۱۹۰۸ء میں انجمن کے سالانہ اجلاس کے انعقاد کے موقعے پر حسب معمول خواجہ دل محمد کا نام بطور شاعر اجلاس کے پروگرام میں شامل نہ ہو سکا ۔ انعقاد جلسہ سے ایک دن پہلے مولوی صاحب نے خواجہ صاحب سے وعدہ لیا کہ وہ انجمن کے جلسے میں نظم ضرور پڑھیں گے ۔ چنانچہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء کو پہلے اجلاس کی صدارت شیخ اصغر علی بی ۔ اے نے

امتحان نہ دے سکے ۔ یہاں وہ مولوی حاکم علی کے شاگرد ہوئے ۔ مختلف بنکوں اور کمپنیوں میں اکاؤنٹنٹ رہے ۔ ہر وقت مطالعہ میں غرق رہتے ۔ احباب ان کو ابوالمطالعہ کہا کرتے تھے ۔ آخری عمر میں عمرہ کیا ۔ فلیمنگ روڈ کی ایک کنٹری میں مقیم تھے ۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۶ء کو بروز جمعہ شام ۵ بجے فوت ہوئے ۔ لاہور میں دفن ہیں ۔ (مکتوب از ایم اکرام پسر بزرگ بابو صاحب بنام راقم الحروف)

۱۰ بروایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ریلوے روڈ لاہور ۔

۱۱ سوانح مرحوم خواجہ دل محمد از خواجہ گلزار محمد ، ص ۲

۱۲ بجٹ اسلامیہ کالج ۱۹۱۲ء مطبوعہ ۷ نومبر ۱۹۱۱ء از فضل حسین سیکرٹری ، ص ۳ ۔

کی، مولوی حاکم علی نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیے۔ خواجہ دل محمد نے گیارہ بند کی ایک طویل نظم پڑھی۔ نظم کا مطلع یہ ہے :

یا رب تیری درگہ سے مخاطب ہے یہ بندا ۔۔۔ ہر کب تیری حضرت میں تکلم کا ہے یارا

خواجہ دل محمد نے جلسے میں اس بات کا ذکر بھی کیا کہ میں استادِ محترم مولوی حاکم علی کے اصرار پر نظم پڑھ رہا ہوں، جس پر مولوی حاکم علی نے جلسے میں خواجہ دل محمد کا شکریہ ادا کیا۔[۱۳]

آخر عمر میں مولوی صاحب کچھ زیادہ ہی مجذوب اور مجنون ہو گئے تھے۔ ایک دن شدید بخار کی حالت میں اپنے حجرے سے نکل کر شہر کی راہ لی۔ لوہاری گیٹ کے نزدیک سرکلر نہر (شہر لاہور کی فصیل کے ساتھ ساتھ چاروں طرف سرکلر باغ تھا جس کے چند نشان اب بھی باقی ہیں۔ اس باغ کے ساتھ ایک سرکلر نہر تھی جس کا پانی سرکلر باغ کو سیراب کرتا تھا) کے کنارے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اٹھا کر لایا گیا اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ صاحب تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت نے ان کا سنِ وفات ۱۹۴۴ء درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں "آپ ۱۹۴۴ء میں لاہور میں واصل بحق ہوئے"۔[۱۴] غلام دستگیر نامی کی کتاب تاریخ جلیلہ ۱۹۳۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔ نامی مولوی صاحب کو مرحوم لکھتے ہیں[۱۵] یعنی وہ ۱۹۳۷ء سے پہلے وفات پا چکے تھے، اس لیے ۱۹۴۴ء ان کا سنِ وفات نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب کے کتبے کی نقل درج ہے۔ قبر کا موجودہ تعویذ ان کے ایک عقیدت مند شاگرد نے بنوایا تھا، اس پر تاریخ وفات ۱۹۲۵ء مرقوم ہے۔

اس عقیدت مند شاگرد نے کتبے پر اپنا نام و پتا درج نہیں کیا۔ نقل کتبہ یہ ہے۔ "۷۸۶ کل نفس ذائقۃ الموت ۔۔۔ مرقد مولوی حاکم علی صاحب سابقہ پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور۔ سالِ وفات ۱۹۲۵ء تعمیر از عقیدت مند شاگردِ دیرینہ"۔

مولوی حاکم علی اردو، انگریزی، پنجابی اور فارسی چاروں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ۲۲ فروری ۱۹۰۸ء کو میاں فضل حسین کی زیرِ صدارت سہ پہر چار بجے اسلامیہ کالج میں پروفیسر ایم۔ اے۔ عزیز، (جو یکم فروری ۱۹۰۸ء کو کالج

---

[۱۳] تیسویں سالانہ جلسہ انجمن حمایتِ اسلام کی رپورٹ اپریل ۱۹۰۸ء، ص ۹۶، ۹۷ اور ص ۱۶۵

[۱۴] تذکرہ اہلِ سنت و جماعت۔ اقبال احمد فاروقی، ص ۲۸۹

[۱۵] تاریخ جلیلہ۔ غلام دستگیر نامی مطبوعہ ۱۹۳۷ء، ص ۱۶۹

کے پرنسپل مقرر ہوئے تھے) کے اعزاز میں طلبا اور اساتذہ نے ایک عصرانہ دیا[۱۶] اس میں مسلمان، انگریز، عیسائی، ہندو دانش ور، ماہرین تعلیم اور صحافیوں نے شرکت کی۔ اس جلسے میں انھوں نے انگریزی اور اردو ہر دو زبانوں میں ایک ہی مضمون پر مبنی ایک نظم پڑھی جس میں انھوں نے جنوری ۱۹۰۵ء میں کالج سے چلے جانے اور یکم دسمبر ۱۹۰۷ء کو دوبارہ کالج میں واپس آ جانے کے واقعہ کو نہایت موثر انداز میں نظم کیا تھا۔ روزنامہ ٹریبیون لاہور کے ایڈیٹر مسٹر نندی اور روزنامہ پیسہ اخبار کے مدیر منشی محبوب عالم بھی اس جلسے میں موجود تھے۔ انھوں نے اپنے اپنے اخبار میں شائع کرنے کے لیے مولوی صاحب سے ان کی انگریزی اور اردو نظمیں حاصل کیں۔ افسوس ٹریبیون فروری ۱۹۰۸ء اور پیسہ اخبار فروری ۱۹۰۸ء کی فائلیں دست یاب نہیں ہو سکیں، ورنہ ان کے کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا۔ وہ بہت اچھی انگریزی لکھتے تھے۔ انداز تحریر بے ساختہ، واضح، صاف اور شگفتہ تھا۔ مذکورہ بالا جلسے کی رپورٹ بزبان انگریزی انھوں نے تحریر کی تھی[۱۷]

جس زمانے میں مولوی صاحب مشن کالج (ایف سی کالج) میں ریاضی[۱۸] کے استاد تھے۔ آپ نے ریاضی کی نصابی کتاب Dynamic and Statics از W. N. Bootflower کا بہترین خلاصہ تحریر کیا۔ اس خلاصے کو شائع کرنے کے لیے تحریری اجازت حاصل کرنے کی غرض سے انھوں نے اس کے مصنف کو خط لکھا جو انگلستان میں مقیم تھا۔ ۱۶ نومبر ۱۸۹۳ کو مصنف نے کیمبرج سے ان کو اجازت دی تو جنوری ۹۴ء میں یہ ۱۰۸ صفحات پر مشتمل خلاصہ بنام Key to Elementar Statics اردو سائنس پریس لاہور سے شائع ہوا۔ یہ خلاصہ کتب خانہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں موجود ہے۔

قوانین قدرت

یہ کتابچہ حاکم علی کی ایک تقریر پر مشتمل ہے، جو انھوں نے ۱۹۱۶ء (۱۳۳۵ھ) میں انجمن نعمانیہ[۱۹] لاہور۔

---

[۱۶] اسلامیہ کالج میگزین۔ فروری مارچ ۱۹۰۸ء، ص ۳-۵   [۱۷] ایضاً، ص ۴-۶

[۱۸] غلام دستگیر نامی نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "(میں) پنجاب کے مشہور ماہر حساب مولوی صاحب بی۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج کا خصوصاً شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اوّل سے آخر تک اس رسالے (ریاضی کا حصہ) کو بغور اور جا بجا مفید اضافہ فرما کر اس کو واضح تر بنا دیا۔" (ریاضی کا حصہ مطبوعہ ۱۹۱۷ء ص ۲۲)

[۱۹] انجمن نعمانیہ، یہ انجمن مذہبی تعلیم کے لیے ۱۸۸۷ء (۱۳۰۵ھ) میں وجود میں آئی۔ اس کے بانیوں میں مولوی خلیفہ

سویں سالانہ جلسے میں کی۔ اس میں قرآن و حدیث اور مختلف مذہبی کتب کے حوالوں سے مدد لے کر جدید سائنس
رانین قدرت کی فضیلت ثابت کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ حضرت عیسٰی کے زندہ ہونے، زندہ اٹھائے جانے اور
ں آنے کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ۶۰ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ فیض عام پریس لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ چار آنے
ت تھی۔ کتب خانہ اسلامیہ کالج سول لائنز (لاہور) میں موجود ہے۔

یت ہلال۔ کسوف و خسوف

یہ انجمن نعمانیہ لاہور کے تیسویں سالانہ جلسے منعقدہ اگست ۱۹۱۷ء (۱۳۳۶ھ) میں پڑھی جانے والی تقریر ہے
تابچے کی شکل میں ہے۔ اس میں انھوں نے رویت ہلال، سورج گرہن اور چاند گرہن کا مفصل ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید
دیث شریف، مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور دیگر مذہبی کتب کے حوالوں سے مذہب کی سائنس
قیت واضح کی ہے۔ اس میں سورج اور چاند کی ماہ وار اور سالانہ حرکت کو ہندسی شکلوں اور ریاضی کے فارمولوں
ے سمجھانے کی سعی کی ہے۔ اکثر عیدین کے موقعے پر بوجہ اختلاف رویت ہلال جو دقت پیش آجایا کرتی ہے، اس کے
ں میں اس سے مدد لی جا سکتی ہے۔ ۶۸ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور سے طبع ہوا۔ قیمت
ر آنے تھی۔ کتب خانہ اسلامیہ کالج سول لائنز میں محفوظ ہے۔

موجودہ زمانے کے حالات عرف "ساڈیاں اعمالاں دی شامت" یہ ایک پنجابی منظوم قصہ ہے جو آٹھ صفحات
شتمل ہے۔ اس قصے میں انھوں نے انسان کے اعمال کو اس کے زوال و پستی کا سبب قرار دیا ہے۔ پنجاب
نیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ملی نامیاتی کیمیا

یہ کتاب لیڈز یونیورسٹی کے معروف کیمیادان پروفیسر کوہن کی کتاب Practical Organic
Chemistry از J. B. Cohen کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کو اکتوبر ۱۹۲۴ء میں Macmillan
نے شائع کیا تھا۔ ۵۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولوی حاکم علی نے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے لیے اس کتاب کو
اردو کے قالب میں ڈھالا تھا۔ یہ ۶۹۰ صفحات پر مشتمل ترجمہ ہے، جو ۱۹۳۱ء میں جامعہ عثمانیہ سے اشاعت پذیر ہوا۔

علامہ حکیم سلیم اللہ، حافظ عمر الدین، ڈپٹی غلام حسین، مولوی محرم علی چشتی، منشی سراج الدین تھے۔ یہ انجمن اپنی درس گاہ واقع بازار حکیماں کے لیے بہترین
اور راسخ العقیدہ حنفی اساتذہ کا انتظام کرتی تھی۔ اس انجمن کا ایک کتب خانہ ہے جو اب غیر مرتب ہے۔ (نقوش لاہور نمبر ص ۵۳۸)

یہ کتاب نامیاتی کیمیا کی عملی تعلیم کا باقاعدہ نصاب مہیا کرنے کے علاوہ مواد اور آلات کی مکمل واقفیت بہم پہنچاتی ہے۔ تجربات کے متعلق چھوٹی چھوٹی ہدایات کے ذریعے مواد اور وقت کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے۔ ترجمہ رواں، سلیس اور سادہ ہے۔ مولوی صاحب مرحوم فن ترجمہ میں مہارت رکھتے تھے۔ یہ ترجمہ کتب خانہ جامعہ پنجاب اور کتب خانہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں محفوظ ہے۔ (باقی آئندہ)

مسلمانوں کے عقائد و افکار ؛

علامہ ابوالحسن اشعری

ترجمہ

مولانا محمد حنیف ندوی

(مقالات الاسلامیین)

علامہ ابوالحسن اشعری چوتھی صدی ہجری کی وہ جلیل القدر شخصیت ہیں جنھوں نے مسلسل چالیس برس تک اعتزال و جہمیت کی فتنہ سامانیوں کا شکار رہنے کے باوجود اپنے لیے فکر و تعمق اور اجتہاد و کلام کا ایک علیحدہ اور منفرد دبستان سجایا۔

"مقالات الاسلامیین" ان کا وہ علمی شاہکار ہے جسے افکار و نظریات کا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے۔ اس میں علامہ نے چوتھی صدی ہجری کے اوائل کے ان تمام عقائد اور افکار کو بغیر کسی تعصب کے بیان کر دیا ہے جو صدیوں ہمارے ہاں کے فکری و کلامی مناظروں کا محور بنے رہے۔ اس کے مطالعہ سے جہاں یہ معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے نفسیات، اخلاق اور مادہ و روح کے بارے میں کن کن علمی جواہر پاروں کی تخلیق کی ہے وہاں یہ حقیقت بھی نکھر کر سامنے آئے گی کہ ماضی میں فکر و نظر کی کجی نے کن کن گمراہیوں کو جنم دیا ہے اور ان گمراہیوں کے مقابلے میں اسلام نے کن معجزانہ انداز سے اپنے وجود کو قائم اور برقرار رکھا ہے۔

حصہ اول : صفحات ۳۸۰ قیمت /۲۰ روپے

حصہ دوم : صفحات ۴۴۲ قیمت /۲۰ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور